سلطان سلیمان اعظم ’قانونی‘

سلطنت عثمانیہ کا ایک درخشاں باب

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق

’میرا سلطان‘ ایک ترک ڈراما ہے جو اُردو ترجمے کے ساتھ پاکستان میں بھی دکھایا جارہا ہے اور اکثر لوگ اسے ذوق وشوق سے دیکھ رہے ہیں۔ گذشتہ دنوں ترک وفد نے پاکستان کا دورہ کیا۔ اس موقع پر اس وفد نے اس ڈرامے کے بارے میں بھی اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ ترک وفد کے ارکان کا کہنا تھا کہ: ’میرا سلطان‘ میں خلافت عثمانیہ کے دسویں سربراہ سلطان سلیمان کی زندگی کے متعلّق حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ سلطان سلیمان نے ۱۵۲۰ء سے ۱۵۶۶ء تک یورپ اور افریقہ کے کئی ممالک کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا تھا۔ اس نے اپنی ایک کنیز سے شادی ضرور کی تھی لیکن سلطان سلیمان کے خاندان کی عورتیں کھلے گریبان والا لباس پہننے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھیں، بلکہ اس زمانے میں ترکی کے کسی علاقے میں عورتیں اس طرح کا غیرمہذب لباس نہیں پہنتی تھیں جو ’میرا سلطان‘ میں دکھایا جاتا ہے۔ اس موقع پر ترکی کے صدر عبداللہ گل نے کہا کہ ’’اگر ان کا بس چلے تو اس ڈرامے پر پابندی لگادیں‘‘۔ (’میرا سلطان‘، حامد میر، جنگ، ۱۰/اکتوبر ۲۰۱۳ء)

معاشرے پر میڈیا کے جو دور رس اثرات ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں۔ ایک جانب اگر میڈیا تعلیم اور شعور و آگہی کے فروغ میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے، تو وہاں اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ معاشرے میں حرص و ہوس، دولت وشہرت کی دوڑ، دوسروں کو نیچا دکھانے کی کوششیں، حسد و رقابت کے جذبات کے فروغ میں (ڈراموں اور فلموں بالخصوص ہندستانی اور ترک ڈراموں کی صورت میں) بھی میڈیا کا ایک بڑا کردار ہے۔ میڈیا کے ذریعے ڈراموں کی صورت میں

(بالخصوص ’میرا سلطان‘ کے ذریعے) شعوری طور پر ایک منظّم طریقے سے دنیا بھر کے ناظرین کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ عثمانی سلاطین عیش و عشرت کے دلدادہ تھے۔ اسلام کے ساتھ ان کا تعلّق رسمی تھا۔ عثمانیوں کی تاریخ ــــــ اسلام سے وابستہ نہیں ہے بلکہ ان کا رشتہ لادینیت سے ہے۔ ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کا ان کی ذاتی زندگی سے کوئی تعلّق نہیں تھا۔ آزادیِ اظہار و خیال، تفریح اور روشن خیالی کے نام پر کم از کم پاکستانی میڈیا کو تاریخ کو مسخ کرنے کی ان کوششوں کا حصّہ نہیں بننا چاہیے۔ میڈیا بالخصوص الیکٹرانک میڈیا جو وسیع دائرہ اثر رکھتا ہے، اس پر بھاری ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ اگر کوئی ڈراما کسی تاریخی شخصیت سے متعلّق ہے تو نہ صرف اخلاقیات بلکہ قانون کے مطابق بھی یہ ضروری ہے کہ تاریخی واقعات کو درست انداز میں پیش کیا جائے نہ کہ شعوری طور پر لوگوں کے لاشعور میں تاریخ کو مسخ کر کے راسخ کیا جائے۔ عموماً لوگوں کی تاریخ سے واقفیت اور دل چسپی کم ہی ہوتی ہے۔ آج سے چند ماہ پہلے اگر کسی سے سلطان سلیمان اعظم کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو غالب امکان یہی ہے کہ وہ سلطان سلیمان کے نام سے بھی ناواقف ہوتا۔ لیکن آج کسی عام فرد سے بھی دریافت کر کے دیکھ لیا جائے، سلطان سلیمان سے وہ خوب واقف نکلے گا اور اس کا ماخذ ہوگا ’میرا سلطان‘۔ جب تاریخ کا ماخذ ’میرا سلطان‘ اور اسی طرح کے دیگر ڈرامے ہوں تو تاریخی شعور و آگہی کی علمی سطح کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے ؏

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

راقم الحروف تاریخ کے ایک طالبِ علم کی حیثیت سے یہ سمجھتا ہے کہ ترکی کے صدر عبداللہ گل کا اس ڈرامے کے حوالے سے اظہارِ ناپسندیدگی بالکل بجا ہے۔ مذکورہ بالا الفاظ ان کے تاریخی و سماجی شعور کا پتا دیتے ہیں۔ آج کل متعدد پاکستانی چینلوں پر اسی طرح کے کئی ترک ڈرامے اردو ترجمے کے ساتھ نشر کیے جارہے ہیں اور پاکستانی ناظرین کی ایک بڑی تعداد بالخصوص خواتین ان ڈراموں کو دیکھ رہی ہیں۔ نہ صرف عام گھریلو خواتین بلکہ ممتاز سیاسی و سماجی شخصیات بھی ان ڈراموں سے متاثر ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس موقعے پر تاریخ کے کچھ اوراق پلٹ کر دیکھ لیے جائیں۔

● **سلطان سلیمان اعظم کا دورِ حکومت**: ۱۲۸۸ء میں اناطولیہ میں عثمانی ترکوں نے ایک ریاست کی بنیاد رکھی، جو اناطولیہ سے یورپ کے قلب تک پھیل گئی۔ عثمانی حکومت کا آغاز

ایک چھوٹی سی ریاست سے ہوا، جو بڑھتے بڑھتے تین براعظموں اور سات سمندروں کو محیط ہوگئی۔ عثمانی ترکوں کی یہ حکومت ۱۹۲۴ء تک خلافت عثمانیہ کی حیثیت سے قائم رہی۔ سلیم اوّل کی وفات کے بعد ۱۵۲۰ء میں اس کا بیٹا سلیمان ۲۶ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا، جسے عثمانی ترکوں کا سب سے بڑا حکمران یعنی 'سلیمان اعظم' اور 'سلیمان ذی شان' اور 'سلیمان عالی شان' کہا جاتا ہے۔ سلیمان نے اپنی وفات (۱۵۶۶ء) تک تقریباً نصف صدی انتہائی شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی۔ سلطان سلیمان کا دور نہ صرف عثمانی تاریخ بلکہ تاریخ عالم کا ایک نہایت اہم دور ہے۔

سلیمان اعظم کا دور عثمانی سلطنت کی توسیع و فتوحات کا دور تھا۔ اس نے اپنے وقت کی بڑی طاقتوں سے صف آرا ہوکر نہ صرف سلطنتِ عثمانیہ کے وجود کو برقرار رکھا بلکہ اسے مزید مستحکم کیا۔ ۱۵۲۱ء میں سلیمان نے ہنگری کے مشہور شہر بلغراد کو فتح کیا۔ بلغراد ایک انتہائی اہم شہر تھا جو دریاے ڈینوب پر اہل یورپ کا دفاعی مورچہ تھا۔ ۱۵۲۲ء میں روڈس کے جزیرے کا محاصرہ کیا گیا جو پانچ ماہ تک جاری رہا۔ جب سلیمان نے دیکھا کہ محصورین کی قوت مزاحمت ختم ہوچکی ہے تو سلطان نے انتہائی فراخ دلانہ شرائط کی پیش کش کی۔ اس نے اہل روڈس کو اس کی اجازت دے دی کہ ۱۲دن کے اندر اپنے تمام اسلحے اور سامان کے ساتھ اپنے جہازوں میں ہی جاسکتے ہیں (لیکن یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اکثریت نے ترکوں کے ماتحت جزیرے میں ہی رہنا منظور کیا)۔ انھیں مکمل مذہبی آزادی دی گئی۔ پانچ سال کے لیے ان کے ٹیکس معاف کردیے گئے۔ روڈس کی فتح کے بعد بہادر نائٹوں کی خاندانی روایات کی حامل ڈھالیں جو ان کے مکانوں پر آویزاں تھیں ویسے ہی لگی رہنے دی گئیں۔

۱۵۲۶ء میں سلیمان اعظم نے ہنگری کی جانب قدم بڑھایا جو اس کی فتوحات میں تیسرا بڑا محاذ تھا۔ ہنگری کو فوجی نقطۂ نظر سے عیسائیوں کی ایک مضبوط طاقت خیال کیا جاتا تھا۔ دو گھنٹے سے بھی کم وقت میں ہنگری کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا اور ہنگری سلطنت عثمانیہ کا حصّہ بن گیا۔ ۱۵۲۹ء میں سلیمان نے آسٹریا کی جانب پیش قدمی کی۔ آسٹریا جرمنی کی سلطنت کا ایک حصّہ تھا۔ سلیمان کے دور میں چارلس پنجم یورپ کا سب سے بڑا حکمران تھا۔ اس نے اپنے بھائی فرڈینڈ کو آسٹریا کا حکمران مقرر کیا ہوا تھا۔ ستمبر ۱۵۲۹ء کو سلیمان اعظم آسٹریا کے دارالحکومت ویانا تک پہنچ گیا۔ آسٹریا نے ہر دسویں آدمی کو فوجی خدمت کے لیے طلب کرلیا۔ ہمسایہ ریاستوں سے امدادی دستے طلب

کرلیے۔ شہر کے اندر پرانی فصیل کے ساتھ ایک نئی فصیل بنائی گئی۔ اپنے دفاع کو مزید تقویت دینے کے لیے شہر کے نواحی علاقے بھی تباہ کردیے تاکہ ترک ان علاقوں سے فائدہ اٹھاکر پایۂ تخت ویانا کو فتح نہ کرسکیں۔ لیکن ان تمام تر دفاعی تیاریوں کے باجود سلیمان نے ویانا کا محاصرہ کرلیا۔ فرڈینینڈ محاصرے سے پہلے ہی فرار ہوگیا۔ ۲۷ستمبر سے ۱۴/اکتوبر ۱۵۲۹ء تک ویانا کا محاصرہ جاری رہا۔ اگرچہ بعض ناگزیر وجوہات کی بناپر (ایک طویل عرصے سے جنگ میں مصروف رہنے، موسم کی شدت، ینی چری☆ کی حکم عدولی اور اپنی قوت کو مزید ضائع ہونے سے بچانے کے لیے) سلیمان اعظم کو یہ محاصرہ اٹھانا پڑا لیکن اس کی فتوحات نے اب وسطی یورپ میں اپنی آخری حد مقرر کردی تھی۔

سلیمان اعظم کے عہد میں عثمانی ترک خشکی کی طرح سمندروں میں بھی ایک ناقابل تسخیر قوت بن کر سامنے آئے۔ یورپی ممالک کے بحری بیڑے عثمانیوں کے مقابلے میں آنے سے کترانے لگے۔ وینس کی صدیوں پرانی بحری طاقت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ سلیمان کے امیر البحر خیرالدین باربروسا نے بحرروم کے علاقے میں پری ویسا کی مشہور بحری جنگ لڑی اور اتحادیوں کو زبردست شکست دے کر اپنی بحری برتری ثابت کردی۔ اپنی بحری طاقت کی بدولت سلیمان نے الجزائر اور طرابلس کے صوبے اور بحرایجین کے کئی جزیرے فتح کرکے سلطنت عثمانیہ میں شامل کرلیے۔

۱۵۳۵ء میں فرانس کے حکمران فرانسس اوّل نے سلیمان اعظم سے دوستی، امن اور تجارت کا معاہدہ کیا جس کے نتیجے میں سلطنت عثمانیہ کی سطوت واقتدار کو یورپ میں تسلیم کیا گیا۔ ۱۵۴۷ء میں ایک معاہدہ ہوا جس میں شہنشاہ چارلس، پوپ، فرانس کا بادشاہ اور جمہوریہ وینس فریق تھے۔ جس کی رُو سے فرڈینینڈ نے سلطان کو ۳۰ ہزار دوکات سالانہ بطور خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اور اپنے آقا سلطان کے وزیر کا بھائی کہلوانے پر فخر کیا۔

سلیمان کی سلطنت کی وسعت کا ایک بڑا سبب اس کی فوجی قوت اور نظام تھا۔ مشہور مؤرخ ایڈورڈ کریسی (Edward Creasy) لکھتا ہے: ''سلیمان اپنی فوجوں کے جسمانی آرام اور

☆ ینی چری (YENI CHERI): عثمانی ترکی میں ینی کا لفظ نئی اور چری کا لفظ طاقت، قوت اور فوج کے لیے مستعمل تھا۔ اس لیے اُورخان کے دور میں جب یہ نئی فوج بنی تو اس کا نام ینی چری رکھا گیا۔ ینی چری زیادہ تر سلطان کے خاندان کی حفاظت کرتے تھے۔ محلات اور اہم سرکاری دفاتر پر پہرہ دیتے تھے۔

اخلاقی نگرانی پر جس قدر توجہ دیتا تھا، اس کو اس بے پروائی سے کوئی مناسبت نہ تھی جو اس کے حریفوں کے لشکر میں بدنصیب سپاہیوں کے ساتھ برتی جاتی تھی"۔

سلیمان اعظم کا عہد نہ صرف فتوحات کا دور تھا بلکہ سلطنت عثمانیہ اپنی وسعت، قوت و طاقت اور خوشحالی کے اعتبار سے بھی بامِ عروج کو پہنچ چکی تھی۔ سلیمان نے ملکی نظم و نسق کی طرف بھی اتنی ہی توجہ دی جتنی فتوحات کی طرف دی تھی۔ اس عظیم الشان سلطنت کو ۲۱ ولایتوں (صوبوں) میں تقسیم کیا۔ ان ولایتوں کو سنجقوں (ضلعوں) میں تقسیم کیا جن کی تعداد ۲۵۰ تھی۔ ہر ولایت اور سنجق کا نظام مقرر کیا جن کی نگرانی حکومت کے مقرر کردہ افسران کرتے تھے۔ سلیمان نے جاگیرداری نظام کی طرف بھی توجہ دی اور بدعنوانیوں کے خاتمے کے لیے قانون سازی کی۔ رعایا کے لیے جو قوانین بنائے گئے وہ قانونِ رعایا کہلائے۔ سلیمان نے اپنی غیرمسلم رعایا کے لیے جو قوانین بنائے تھے وہ اس کی رواداری اور روشن خیالی کی ایک مثال تھے۔ مشہور مورخ لارڈ ایورسلے سلیمان کی قوانین سازی کے بارے میں لکھتا ہے: "یہ بات قابل غور ہے کہ سلیمان کو 'اعظم' کا لقب اس کے یورپی ہم عصروں نے دیا تھا۔ ترکی میں وہ 'القانونی' کے نام سے مشہور تھا۔ اس کا دور قانون کی تمام شاخوں میں کی جانے والی اصلاحات کے سبب نمایاں ہے جن کا مقصد عدل کا قیام تھا"۔

سلیمان کا عہد علم وادب کے حوالے سے بھی یادگار ہے۔ سلطنت عثمانیہ کا سب سے بڑا شاعر عبدالباقی اسی دور سے تعلّق رکھتا تھا۔ سلیمان اہلِ علم کا نہایت قدر دان اور خود بھی شاعر اور مصنف تھا۔ اس کے علمی ذوق کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ دورانِ جنگ روزمرہ کے واقعات تحریر کرتا رہتا تھا۔ اس کے یہ روزنامچے سلطنت عثمانیہ کی تاریخ کے ایک ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سلیمان کو تعمیرات سے بھی دل چسپی تھی۔ اسی کے عہد میں سلیمانیہ مسجد تعمیر ہوئی جو ترکی فنِ تعمیر کا بے مثال نمونہ ہے۔ اس کے علاوہ سلیمان نے قسطنطنیہ، بغداد، قونیہ اور دیگر شہروں میں بھی نہایت خوب صورت اور عالی شان عمارات تعمیر کرائیں۔ قسطنطنیہ میں ایک بڑی نہر بنوائی اور تمام بڑے شہروں میں ہسپتال بھی اس کے دور میں تعمیر ہوئے۔

جہاں تک سلیمان اعظم کی ذاتی زندگی کا تعلّق ہے، اس کی صفات اس کی عظمت کی حامل ہیں۔ اس کی دانش مندی، منصف مزاجی، فیاضی، نرم دلی اور خوش اخلاقی ضرب المثل تھی۔ اس کی خداداد

ذہنی صلاحیتیں اس کے کردار کی تکمیل تھیں۔ ایڈورڈ کریسی نے سلیمان کے کردار کی عکاسی ان الفاظ میں کی ہے: ''بطور ایک انسان وہ پرجوش اور مخلص تھا اور ہوس پرستی سے باعزت طور پر پاک تھا جس نے اس کی قوم کے بہت سے لوگوں کو بدنام کیا تھا۔ اس کی شان دار جرأت، فوجی ذہانت، اس کی اعلیٰ مہم جوئی، جوش و ولولہ، اس کی علم و فن کی حوصلہ افزائی، فتوحات اور عقل مندانہ قانون سازی کو یاد رکھنا چاہیے''۔

ایورسلے تحریر کرتا ہے: ''اس کی ذاتی زندگی میں کوئی تعیش نہ تھا''۔ ماہر ترکیات ڈاکٹر عزیر لکھتے ہیں: ''اس کی خانگی زندگی بالکل بے داغ تھی۔ وہ اپنے رحم و کرم کے لیے خاص طور پر مشہور تھا۔ انصاف اس کا مخصوص شیوہ تھا اور اس کی عدالت میں نسل، رنگ اور مذہب کی کوئی تفریق نہ تھی۔ رعایا کی فلاح و بہبود اس کا مطمح نظر تھا''۔ سلطان سلیمان اعظم قانونی حکومت کے فرمانروا کی حیثیت سے بھی اور اپنے کردار کے لحاظ سے بھی آنے والے حکمرانوں کے لیے ایک بہترین مثال چھوڑ کر گیا۔

آخر میں ایک اور کالم نگار اور پولیس افسر ذوالفقار احمد چیمہ کے کالم کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے۔ وہ اپنے حالیہ دورۂ ترکی کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''ترکی میں بہت سے نوجوانوں، دانش وروں، پی ایچ ڈی ڈاکٹروں اور پولیس افسروں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ عالمی حالات، ساؤتھ ایشیا، پاکستان کے مسائل، دہشت گردی، ترکی کی بے مثال ترقی پر بات ہوتی رہی اور چلتے چلتے پاکستان میں دکھائے جانے والے عثمانی سلطنت اور سلطان سلیمان اور حورم پر بنائے جانے والے ڈرامے پر جا پہنچی۔ کوشش کے باوجود ڈرامے کے بارے میں مثبت رائے رکھنے والا کوئی شخص نہ مل سکا۔ ہر شخص نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ کسی نے ڈرامے کو rubbish [فضول، بکواس] کسی نے nonsense [نامعقول] کہا اور زیادہ تر نے distortion of history [تاریخ کو مسخ کرنا] قرار دیا۔ ایک باخبر شخص نے بتایا کہ ڈرامے کی مصنفہ (جو وفات پاچکی ہیں) نے وصیّت کی تھی کہ اسے بعد از مرگ دفنانے کے بجائے جلا دیا جائے۔ اس سے آپ موصوفہ کے خیالات اور اسلام اور مسلم حکمرانوں کے بارے میں ان کے جذبات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ڈرامے میں جس طرح کی خرافات دکھائی گئی ہیں یہ عظیم الشان حکمران کی شخصیت کے ساتھ گھٹیا اور بھونڈا مذاق ہے۔ یہ تاریخ نہیں یہ صرف مصنفہ کے پراگندا ذہن کی پیداوار ہے''۔ (روزنامہ جنگ، ۴ دسمبر ۲۰۱۳ء)

مقالہ نگار جامعہ کراچی، شعبہ اسلامی تاریخ میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں